یہ ایک مضمون ہے
کتنے ہی عنوانوں سے
وابستہ
مؤلف
الحاج قاری محمد ارشاد علی
مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

## تفصیلات طباعت

| | |
|---|---|
| نام کتاب | ایک مضمون ہے کتنے ہی عنوانوں سے وابستہ |
| مؤلف | الحاج قاری محمد ارشاد علی |
| صفحات | ۲۹ |
| اشاعت | اپریل ۲۰۱۱ |
| قیمت | مُفت |
| اہتمام | صاحبزادہ محمد طاہر علی |
| ای میل | islahitohfa@gmail.com |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# یہ ایک مضمون ہے کتنے ہی عنوانوں سے وابستہ

ہم اپنے آپ کو سلگا رہے ہیں اس توقع پر
کبھی تو آگ بھڑکے گی کبھی تو روشنی ہوگی

(۱) مومن کو ساری کائنات پر حکومت کرنے کے لیے پیدا کیا گیا اور مومن ساری کائنات کا غلام ہو گیا۔

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزا وار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک

(اقبال)

بشر کی یہ پستی ارے توبہ توبہ
زمانے کا آقا ،غلامِ زمانہ

(۲) اسلام خدا کی آواز ہے جو نبی ﷺ کے ذریعے انسانوں تک پہنچائی گئی ہے، اور قرآن خدا کے مزاج کا نام ہے جو جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی تک پہنچائی جاتی ہے، اور اسلامی درس گاہیں خدا کا حلقۂ درس ہیں۔

(۳) یہ دنیا انسان کے لیے کارگاہِ حیات ہے اور ہر انسان کے سفر حیات کی مدت مختلف ہے۔ اس کے علاوہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے مومن کے لیے، نہ کہ عیش گاہ یا آرام گاہ، اور ہر ایک کے امتحان کا پرچہ الگ الگ ہے اور مدت امتحان بھی الگ الگ ہے اور موت اس کی منزل یعنی حسابِ حیات ہے اور آخرت جزائے حیات ہے۔

(٤) دین اسلام کا موضوع سارے انسان ہیں اور دین کا دائرہ عمل پوری روئے زمین ہے دین کا مقصد دنیا والوں کو اللہ کی طرف پھیرنا ہے۔

میری ہستی پیرہن عریانیٔ عالم کی ہے
میرے مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے

(اقبال)

(٥) دین اسلام کو عام کرنے کے لیے تین چیزیں ہیں:

١۔ تعلیم۔
٢۔ تبلیغ۔
٣۔ تحریک۔

اور دین کا قانون خدا کی بادشاہت اور خدا کی شریعت ہے۔ دین اسلام خدا کا دیا ہوا قانونِ حیات ہے، قانون زندگی ہے۔

(٦) مومن کے چار دشمن ہیں:

١۔ دنیا۔
٢۔ نفس امارہ۔
٣۔ شیطانِ جنوں سے۔
٤۔ شیطانِ اِنس۔

(٧) دنیا ضروریات زندگی کی چیزوں کے علاوہ اور بہت سی چیزوں سے بھری ہوئی ہے۔ ایک مومن خود کو ضروریات زندگی کی حد تک محدود رکھے اور بقیہ سب کچھ اس کی آزمائش کے لیے ہے۔

(۸) مخالفت نفس سے بہتر کوئی عبادت نہیں اور خدا کی رضا مخالفت نفس میں ہے اسی لیے موت سے پہلے کی زندگی آزمائش کا مرحلہ ہے اور موت کے بعد کی زندگی آزمائش کا بدلہ پانے کا مرحلہ ہے، نفس کو مارو تا کہ تم کو حیات ملے، نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرتے رہو تا کہ اللہ تک رسائی ہو، کیونکہ جو بندہ نفس کی مخالفت کرتا ہے وہ خدا کا دوست ہو جاتا ہے کیونکہ نفس کی مخالفت کرنا خدا کے دشمن سے دشمنی کرنا ہے۔

(۹) یہ اسلام کا کارخانہ، کتاب و سنتِ رسول کی بنیاد پر ہے۔ اسلام کا سرمایہ سادگی اور جفاکشی ہے اور جو ہر انسانیت کے تحفظ اور نشو نما کے لیے رہبری قرآن ہی سے ملتی ہے۔ انسان کے لیے دنیا میں تین چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ سکون دل۔
۲۔ خوشحالی اور
۳۔ حکومت الٰہی۔

اور دنیا کی بھلائی پانچ چیزوں میں ہیں۔

۱۔ نیک بیوی۔
۲۔ نیک اولاد۔
۳۔ علم دین۔
٤۔ رزق حلال۔
٥۔ نیک صحبت۔

یادِ خدا کے ساتھ راہ خدا پر چلنا ضروری ہے۔

(۱۰) ارکان اسلام کے اعتبار سے ایمان کے بعد کا درجہ ''نماز'' کا ہے۔ ورنہ ایمان کے بعد نیکی کا مظہر اول خدمت خلق ہے۔ کیونکہ وہ شخص انسان نہیں کہلاتا جس میں انسانی ہمدردی کا جذبہ موجود نہ ہو بہ وجود یہ کہ وہ عابد ہواور زاہد ہو۔

(۱۱) انسانی جوہر، علمِ وحی ہے۔ اگر انسان میں یہ نہیں ہے تو وہ صورتاً انسان ہے اور مقصد زندگی حصول مسرت نہیں ہے بلکہ تکمیل انسانیت ہے اور نزول قرآن کا مقصد انسان کو زندگی گزارنے کا صحیح راستہ بتلانا ہے۔ انسان کی رہنمائی کے اعتبار سے سورۃ العصر جامع ترین صورت ہے، نجات حاصل کرنے کے اعتبار سے بھی (یہ سورت گویا ایک بیج ہے اور پورا قرآن درخت)۔ آج کے مسلمان کے دماغ میں دین کا جامع تصور نہیں ہے، جامع تصور تین باتوں پر ہے:

۱۔ ایمان۔

۲۔ عمل صالح۔

۳۔ ان دونوں باتوں کی دعوت غیر قوموں کو دینا۔

(مسلمانوں کے درمیان اصلاح المسلمین کا کام کر کے اس کو دعوت وتبلیغ کا نام نہ دیں کیونکہ یہ دعوت وتبلیغ کا دائرۂ عمل اس کے باہر والا کام ہے)

(۱۲) زمانہ سازی دراصل حق سے غدّاری کا دوسرا نام ہے۔ زمانے سے ٹکرانے کا دوسرا نام حق کی فرمانبرداری ہے۔

تپتی راہیں مجھ کو پکاریں
دامن پکڑے چھاؤں گھنیری

منافقت کا دوسرا نام دو رُخہ پن ہے، یعنی ایمان محبوب ہے لیکن کفر سے

مفادات بھی وابستہ ہیں۔ آخرت پسند ہے لیکن دنیا بھی ہاتھ سے جانے دینے کو تیار نہیں ہے۔ اس طرح دورخہ پن اپنی جان، اپنے مال، اوراپنی نفسی خواہشات کے تحفظ کا نام ہے۔ اور یہ آج کل ہم میں عام ہے۔ منافق کا دو رُخہ پن ایسا ہی ہے جیسے دو کشتیوں میں دو پیر رکھ دیے۔

ہو کے دو کشتیوں میں سوار ڈوب جاؤ گے مجدھار میں
یہ جو کردار ہے آپ کا درمیانہ بدل دیجئے

کفر اور نفاق کا گناہ جھوٹ سے بھی بڑا ہے، لیکن ان گناہوں کی جڑ جھوٹ ہے۔ اس لیے قرآن میں جھوٹ کو بت پرستی سے جوڑ کر بتلایا گیا ہے۔

(١٣) سائنس اور اسلام دونوں تاریخ اسلام کے ہمسفر ہیں۔ خالق کا عطا کردہ Life support system مومن کے حق میں Test support system ہے، سائنس کی ترقی کی وجہ سے دنیا اور دلکش ہوگئی۔ اور دنیا کا یہ Life support system ایک اعتبار سے Enjoy support system ہوگیا ہے، صرف دنیاوی تعلیم سے دنیاوی زندگی سدھر جاتی ہے۔ لیکن ایسا آدمی آخرت والی زندگی میں بے قیمت ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی دنیارخی زندگی اور خودرخی زندگی ہوجاتی ہے۔ اور اسلام، علم والا مذہب ہے۔ جس کو سیکھے بغیر ہم مضبوط نہیں ہوسکتے۔

(١٤) دعوت الیٰ اللہ کا نشانہ یہ ہے کہ انسان، دنیا میں رہتے ہوئے آخرت والی مخلوق بن جائے۔ مومن دنیا کی عظمتوں میں خالق کی عظمتوں کو دریافت کرے۔ زمین پر ہونے والے تمام کاموں میں دعوت الیٰ اللہ والا کام سب سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ یہ پیغمبر والا کام ہے۔ رسول خدا کی ٨٥ ؍فیصد زندگی دعوت الیٰ الایمان ہی میں گزری، جو عبادت

گزار دنیا میں زندگی ایسی گزارے کہ دنیا کو محبوب رکھے، تو روزمحشر فرشتے اعلان کریں گے کہ یہی وہ شخص ہے جو دنیا کو محبوب رکھتا تھا جو اللہ کی ناپسندیدہ چیز ہے۔

(۱۵) نفس کی نگرانی سے زیادہ مشکل کام کوئی نہیں ہے۔ نفس کی اتباع کرنا گویا قیدخانے میں رہنا ہے۔ نفس، ۱۰۰ شیاطین سے زیادہ مکار ہے، دنیا اور شیطان سے دوری کا نام ''تقوی'' ہے۔ نفس کی غذا گناہ ہے۔ گناہ ترک کردو نفس مر جائے گا۔ مخلوق اور دنیا دراصل، حُبّ دنیا کا دوسرا نام ہے۔ بیوی اور اہل وعیال مخلوق ہیں۔

(۱۶) زہد اور رضا میں رضا کا مقام اونچا ہے۔ خود انصاف کرو دوسروں سے انصاف طلب نہ کرو۔ نصرت الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت دین کرنے والا، وہ اس طرح سے کہ مومن، اللہ کے دین کی دعوت کو، دعوت الیٰ اللہ کی صورت میں عام کرے، جو کہ منصب نبوت ہے۔ چنانچہ دعوت الیٰ اللہ کو قرآن میں خدا کی مدد سے یعنی نصرت الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دعوت الیٰ اللہ ایک خدائی عمل ہے اور جو اس کام میں لگ جائے وہ ایسا ہی ہے جیسے وہ خدا کی مدد کر رہا ہے۔ دعوت الیٰ اللہ کو قرآن میں انذار اور تبشیر بھی کہا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی دوزخ سے لوگوں کو ڈرانا اور اللہ کی جنت کی لوگوں کو خوشخبری دینا۔ داعی کے ساتھ اللہ کی مدد ہو جاتی ہے۔

ختم نبوت کے بعد اُمّت محمدی مقام نبوت پر ہے اور اُمّت محمدی اُسی وقت کہلائے گی جب کہ پیغمبر کی نیابت کی صورت میں خدا کے پیغام کی تبلیغ کرے اور خدا کے دین کو بے آمیز صورت میں بندوں تک پہنچائے اس طرح اُمّت محمدی معروف معنی میں کوئی خطاب نہیں ہے بلکہ ایک ذمہ داری ہے

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ (جس نے اپنے نفس یعنی روح کی اصلاح کیا، یعنی

پاک کیا وہ مراد کو پہنچا)

**فلح.** (ف. ل. ح) عربی میں یہ سہ لفظی مادہ ہے۔اس کا بنیادی مفہوم کسی چیز کو پھاڑ کر اس میں سے کوئی چیز نکالنا ہے۔ اِسی لیے کِسان کو فلاح کہتے ہیں۔ کہ وہ ہل سے زمین کو پھاڑتا ہے۔ اِس طرح انسان کے اندر بھی ایک پوشیدہ شخصیت ہے جس کو ''انا'' یا ''خودی'' کہتے ہیں۔اور یہ چند شہوانی غلافوں میں لپٹی ہوئی ہے۔حیوانی وجود میں سے ان شہوانی غلافوں کو پھاڑ کر اصل معنوی شخصیت کو باہر لانا اور اس کی نشوونما کرنا، عمل فلاح ہے۔ یعنی انسانی شخصیتوں کے کچے مال میں سے ایک تعمیر شدہ سیرت وکردار وجود میں آئے۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل
جب خشت بنے تب کام چلے

ان خام دلوں کے عنصر پر
بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

اقبال

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(اقبال)

(۱۷) کامیابی کا راز بااصول زندگی میں ہے اور سادگی با مقصد انسان کا طرز حیات ہے۔سب سے زیادہ جو چیز دل پر نقش ہو وہ زندگی کی مقصدیت ہے۔سارے امور زندگی مقصدیت کے تابع رہیں۔مسلمان کا ایک ہی مسلک ہے جس کی اساس قرآن اور

حدیث ہے۔ اِسی پر چار مسلک ہیں۔آدمی کو جب کسی کام کا شوق ہو تو اس کی عقل کے دروازے کھل جاتے ہیں اور مقصد کے حاصل کرنے کی تڑپ اِس کے عمل کی قوت کو بڑھا دیتی ہے اور وہ اس کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔جس کی وجہ سے وہ اپنا کام کم وقت میں کر جاتا ہے۔ Time is nothing but it is a function of interest, کافر کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین پر کی دل فریبیاں اور دنیا کی دلکش، انسان کے عیش وعشرت کے لیے ہے۔اس لیے وہ دنیا میں مست ہیں۔اور مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ ضروریاتِ زندگی سے جو کچھ بھی زیادہ ہے وہ مومن کی آزمائش کے لیے ہے۔بدقسمتی سے اگر مومن غیر خدا پرستانہ ماحول میں رہتا ہے تو اس کے لیے ایسے ماحول سے بچ کر چلنا ضروری ہے کیونکہ مومن کی زندگی، اِمتحان کی مدت کا نام ہے۔

**مسلمانوں کے طرزِ حیات میں وحدتِ فکری کے بجائے انتشارِ فکری کے چند نمونے:**

کچھ لوگ لذّتوں ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگ زندگی کے بعد موت کے قائل ہیں، کسی کے نزدیک زندگی کا مقصد دولت سمیٹنا ہے، اور اکثر کے نزدیک معیارِ زندگی کو اونچا کرنا ضروری ہے، کسی کے نزدیک اقتدار حاصل کرنا ہے، تو کچھ لوگ دنیاوی جھمیلوں سے دور رہنا چاہتے ہیں، تو بعض لوگ دنیا کے ہنگاموں سے گزرتے ہوئے خدا کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں، نظریہ حیات کے مذکورہ اختلافات سے دُنیاوی مصروفیت کے متعلق تصورات کے لیے ایک بنیاد مل جاتی ہے، جس کی وجہ سے مومن ایک دوسرے سے رہن سہن میں بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔

(۱۸) بچوں کی تعلیم وتربیت پر متعدد عوامل (Agencies) اثر انداز ہوتے ہیں، ان میں سے خاص طور پر حسب ذیل ہیں:

۱۔ گھر۔

۲۔ مدرسہ۔

۳۔ ماحول۔

٤۔ معاشرہ۔

٥۔ حکومت۔

صحیح تعلیم وتربیت، کارنبوت کا ایک اہم جُز ہے، اور تعلیم بچے کے لیے ہے نہ کہ بچہ تعلیم کے لیے ہے۔ مسلمان سادہ اور جفاکش (محنتی) ہوتا ہے۔ جیسے کسان ایک لفظ نہیں ہے، اور ملازم ایک لفظ نہیں، بلکہ ایک محنت کا نام ہے۔ چنانچہ کسان کی محنت الگ اور ملازم کی محنت الگ ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان اگر یہ کہے کہ اللہ میرا رب ہے تو رب کے یقین کو بنانے کی محنت الگ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانیں تو طریقہ رسول پر آنے کی محنت الگ ہوتی ہے۔ انسانی روح کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا تو کچھ اختیارات دیے، کچھ فرائض، اور کچھ ذمہ داریاں، ان سب کی تکمیل کے لیے بہترین جسم عطا کیا، یہ جسم، روح کے لیے ایک کارخانہ ہے اور دنیا، روح کے لیے کارگاہ ہے۔ کارخانے کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ اس میں جو چیز تیار ہوتی ہے وہ کیسی ہے، مفید ہے یا غیر مفید۔ کیونکہ کارنامہ حیات کو کارگاہ حیات یہیں سے لے کر جاتا ہے جہاں پر کارنامے کے اعتبار سے جزا ملتی ہے۔

کارگاہ حیات کے کچھ شعبے:

۱۔ تہذیب وتمدن کا شعبہ جس کو معاشرت کہتے ہیں۔

۲۔ اختصادی شعبہ یعنی معیشت کا شعبہ۔

۳۔ سیاست کا شعبہ۔

٤۔ اخلاق کا شعبہ۔

٥۔ روحانی ترقی کا شعبہ۔

٦۔ معاملات اور عبادات کا شعبہ۔

اِس دُنیا یعنی (کارگاہ حیات) کے مذکورہ شعبوں میں سے ہر شعبے کی ذمہ داری اور اِس کے حقوق ادا کرنا ہر انسان کی ذمہ داری ہے یہی ذمہ داری انسان کے لیے، مومن کے لیے، امتحان کے پرچے ہیں۔ سارے پرچوں کا امتحان ہوگا اور سارے پرچوں میں امتحان دینا ہے۔ من چاہے پرچے میں امتحان دیے اور جس کو نہ چاہے نہ دے تو کامیابی نہیں ملتی۔

کارگاہ حیات میں مختلف شعبوں میں عمل کس طرح کریں؟ علم کے ساتھ عمل ہو، عمل میں اخلاص، عمل سنت کے مطابق، عمل کی مقبولیت کا خوف لگا رہے۔

(۱۹) اللہ ہی علم کا منبع اور مصدر ہے۔ رُسل اور انبیاء علیہم السلام اس کے شاگرد ہیں۔ رسول سے زیادہ عقلمند کوئی انسان نہیں ہوسکتا اور رسول کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین سارے انسانوں میں بہتر ہوتے ہیں۔

کائنات اور آثار کائنات عقلمندوں کے لیے ایک خاموش اعلان ہے، کہ حق کا داعی یعنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت دے رہے ہیں وہ نطق کی زبان سے اُسی بات کا اعلان ہے جو زبان حال سے ساری کائنات میں نشر ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے عقل مند لوگ خالق کائنات کی طرف دوڑتے ہیں۔ گویا عقلمند کا عقلی استدلال اور نبی کی آواز دونوں میں مطابقت ہوتی ہے۔ عقل مند لوگ خالق کائنات سے چار چیزیں طلب کرتے ہیں:

۱۔ اے اللہ ایمان کے طفیل میں ہم کو عذاب دوزخ سے بچا۔

۲۔ یوم آخرت رسوائی سے بچا۔

۳۔ ہمارے بڑے گناہ معاف فرما۔

٤۔ خاتمہ بالخیر فرما کر جنت میں داخل فرما۔

اللہ تعالیٰ نے عقلمندی کا معیار یہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے، یعنی عالَم محسوسات اور عالَم مشاہدات کو پیش نظر رکھ کر عقل کی مدد سے قرائن اور دلائل کو مرتب کر کے ایک نتیجے پر پہنچے کہ جو نظر نہ آتا ہو وہی حقیقت ہے۔

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے، نہیں ہے

غور و فکر سے خوف الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے کائنات کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اور بڑے سے بڑی تخلیق ایک فکر کرنے والے کے لیے ایک ایسی ہستی کا پتہ دیتی ہے جو قوت، قدرت، اور صنعت میں سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔

وہ کوہ طور تھا موسیٰ کا حصہ
الٰہی میں تجھے دیکھوں کہاں سے

(۲۰) معلومات سے کئی چیز کی پہچان ہوتی ہے، خالق کائنات کا ادراک ہوتا ہے، عرفان ہوتا ہے، اور یہ کیفیت جس قدر اونچی ہوگی اُسی موزونیت سے ایمان کی تکمیل ہوگی۔ مذہب، معرفت الٰہی کا نام ہے، اور مظاہر فطرت، معرفت الٰہی میں مددگار ہیں، اور سائنس دینی حقائق کو مشاہداتی فتح پر لاتی ہے۔ اس طرح وہ دور ختم ہو گیا جس میں فطرت کے مظاہر کو، فطرت کی طاقتوں کو، خدا مانا جاتا تھا۔ وہ ماقبل سائنس کا دور (Pre science) تھا۔

کائنات، قرآن کی عملی تصدیق ہے کہ قرآن جس حقیقت کو لفظوں میں بیان کرتا

ہے کائنات اس کو عملی طور پر ظاہر کرتی ہے۔اس طرح سے پوشیدہ عظمت الٰہی کائنات میں موجود ہیں۔مظاہر کائنات، جمال ذات پر شاہد ہیں کہ کائنات میں ایک نظم ہے تو ضروری ہو گیا کہ اس کا ایک ناظم ہو، کائنات میں ایک صنت ہے تو لازمی ہو گیا کہ اس کا کوئی صانع ہو، کائنات ایک مخلوق ہے تو اس کا خالق ہونا ضروری ہے، کائنات ایک تصویر ہے تو اس کا ایک مصوّر رہونا ضروری ہے، اِسی طرح صنعت کی عظمت سے صانع کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

قدرت کا نظام ہے بتاتا
تو صانع و منتظم ہے سب کا

اس طرح خدا کو نہ دیکھنا یا خدا کا نہ دِکھنا انکار کی دلیل نہیں بن سکتا۔لہٰذا کائنات خدا کے وجود پر گواہ ہے۔

کائنات خدا کا آئینہ ہے۔ یہاں خدا اپنی مخلوقات کے روپ میں ہے۔خدا کی یہ کائنات انسان کے لیے خدا کا زندہ ثبوت ہے اور یہ دُنیا صرف انسانی زندگی کے صحیح یا غلط ہونے کا امتحانی بندوبست ہے۔

محسن کے احسانات کی وجہ سے اُس کی احسان مندی اور شکر کا جذبہ ایک طرف پیدا ہوتا ہے، تو دوسری طرف اپنی محتاجی، بے بسی، کمزوری اور عاجزی کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اِدھر انسانی مزاج یہ ہے کہ محتاج ہوتا ہے تو عاجزی آجاتی ہے، اور جب خوشحال ہوتا ہے تو بے نیازی اور سرکشی آجاتی ہے۔ گویا محتاجی ایک حالت ہے اور عاجزی ایک کیفیت ہے۔ جو اس حالت سے پیدا ہوتی اور اللہ تعالیٰ کو کیفیات ہی مطلوب ہیں۔احسانات الٰہی کو یاد رکھیں گے تو محسن کی احسان مندی اور شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہوگا ،اللہ کے احسانات بے شمار ہیں کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

١۔ وجود حیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

٢۔ بقائے حیات کا انتظام اللہ کی طرف سے ہے۔

٣۔ بقائے نسل آدم کا اہتمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

٤۔ نظام زندگی، قانون زندگی کا عطیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

٥۔ نمونہ قانون حیات رسول کی صورت میں اللہ کی طرف سے ہے۔

٦۔ زمین کی خلافت اللہ کی طرف سے ہے۔

٧۔ مقصد حیات کی وضاحت اللہ کی طرف سے ہے۔

اسلام میں ایمانیات اور اعمال صالحہ کا عنوان بہت وسیع ہے، کہ ایمانیات کی نہ صرف فہرست طویل ہے بلکہ تفصیلات در تفصیلات ہیں۔ یہی حال اعمال صالحہ کی تفصیلات کا ہے۔ اگر ان دونوں عنوانات کو جو ایک دریا جیسے ہیں اِن کو ایک کوزے میں بند کرنا چاہیں تو وہ کوزہ ہے" **لا الـه الا الـلـه محمد رسول الله** "یہ دراصل اللہ اور بندے کے درمیان ایک عہد ہے۔ ایک اقرار نامہ ہے جس کے بعد بندہ مومن ہو جاتا ہے اور یہ کلمہ اس قدر مجمل ہے کہ اس کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ: کلمہ کا پہلا جز اللہ کا حکم ہے اور دوسرا جز اس حکم پر عمل کا طریقہ ہے۔ پہلا جز ایمان ہے دوسرا جز اسلام ہے۔ پہلا جز نماز پڑھنا ہے تو دوسرا جز نماز پڑھنے کا طریقہ بتلانا ہے۔ اور یہ دونوں اجزاء ایک دوسرے سے اِس قدر مربوط ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرا نامکمل رہ جاتا ہے۔ دونوں پر عمل ضروری ہے اس لیے دونوں کے درمیان واؤ عطف نہیں لایا گیا۔

ایمانیات والی سات باتیں ہیں: **آمـنـت بالله و ملائكته و كتبه و رسله و اليوم الآخر و القدر خيره و شره من الله تعالىٰ و البعث بعد الموت.**

اس کے بعد مومن کو تشفی ہو جاتی ہے کہ ایمانیات میں ۷/سات بڑی باتوں کو دل میں اتارنا ہے۔ یہ ایمانیات والی باتیں حواس کے دائرے سے باہر ہوتے ہوئے بھی عقل کے دائرے سے باہر نہیں ہیں۔ بشرطیکہ کے مومن غور وفکر سے کام لے، کیوں کہ:

حواس کا کام قدرت کو دیکھنا ہے اور عقل کا کام قادر تک پہنچنا ہے۔ حواس مظہر صنعت کو دیکھتی ہے عقل اس کے پیچھے صانع کے وجود کو بن دیکھے مانتی ہے۔ حواس تصویر کو دیکھتی ہیں عقل اس کے پیچھے جو مصور ہے اس کے وجود پر بغیر دیکھے ایمان لاتی ہے۔ اس طرح نقش سے نقاش تک، خوشبو سے گل تک، اور تحریر سے کاتب تک، عقل انسان کو ایمان لانے پر مجبور کرتی ہے۔ کیونکہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ: خوشبو موجود ہو اور پھول نہ ہو، دھوپ موجود ہو اور سورج نہ ہو، چاندنی ہو چاند نہ ہو۔ اس کے بعد مومن کی عقل ایک قدم اور آگے بڑھاتی ہے اور اپنے وجود کو دیکھتی ہے کہ

اس کی ابتدا کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ جیسے سوالات کا جواب عقل کے پاس نہیں ہوتا۔ عقل عاجز ہو جاتی ہے کیونکہ وہ محدود ہے، ناقص ہے، اس کے دائرے کے آگے کی بات ہے، ایسے سوالات کے جوابات مومن کو نہ تو حواسِ خمسہ سے مل سکتے ہیں اور نہ عقل سے۔ بلکہ وحی کے ذریعے اس کے جوابات مل جاتے ہیں تو مومن کو سکون اور چین مل جاتا ہے۔

چنانچہ لفظ ایمان أمــن سے نکلا ہے کہ ایمان لانے کے بعد مومن امن میں آجاتا ہے اور دوسروں کو امن میں رکھتا ہے۔ عمل کرنے کے لیے اور عمل میں اخلاص کے لیے بھی ایمان بالآخرۃ ضروری ہے۔ اگر اس میں نقص ہو تو مومن کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کے کچھ احکام سر انکھوں پر اور اس پر عملدر آمد، اور کچھ احکام پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں یہ

اللہ کے ساتھ مذاق ہے۔

## ایمان کا ثمرہ (نفع) کیا ہے؟

۱۔ اصلاحِ عمل۔

۲۔ ذہنی سکون۔

۳۔ خوف، رنج وغم سے محفوظ ہونا۔

٤۔ جہاد فی سبیل اللہ کرنا۔

٥۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا۔

٦۔ طاقت کے ذریعے خدا کے دین کو سارے ادیان پر غالب کرنا۔

ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔اور اس کے بعد اہم چیز والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے۔اس کے بعد جہاد بالنفس ہے۔ پھر جہاد اصغر ہے۔زکوۃ اور حج مال ہونے کی صورت میں ہے ورنہ نہیں۔اور روزے سال میں ایک ماہ ہے۔نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔اور توبہ سے گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں۔

لوگوں میں سے درجہ نبوت کے قریب تر (۱) اہل علم اور (۲) اہل جہاد ہیں۔اہل علم اس لیے کہ وہ جانشین رسول ہیں اور اہل جہاد اس لیے کہ وہ انبیاء کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلوار سے جہاد کرتے ہیں اس طرح علم کا رتبہ نبوت کے بعد ہے اور شہادت کا رتبہ علم کے بعد ہے۔

## جہاد فی سبیل اللہ کی دوسری شکلیں:

جو چیز مسلمانوں پر واجب ہے وہ یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کرے اور اس کی نیت دل میں رکھے اور موقع آنے پر اپنا سب کچھ راہ خدا میں قربان کرنے کا جذبہ رکھے۔ مسلمان جو جہادی کاموں کے لیے اپنے دل میں تڑپ رکھتے ہیں ان کو اپنے بھائیوں کے دفاع کے لیے بے قرار بھی رہنا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں وہ جہاد کی دیگر حسب ذیل صورتوں میں حصہ لیں:

۱۔ جاہل مسلمانوں کی تعلیم۔
۲۔ شعوری بیداری کی محنت۔
۳۔ بے روزگار مسلمانوں کو روزگار سے لگائیں۔
۴۔ نہ تجربہ کار لوگوں کو ٹریننگ دیں۔
۵۔ بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔
۶۔ مریضوں کی دوا وغیرہ کا انتظام کریں۔
۷۔ بے پناہ کو پناہ دیں۔
۸۔ یتیموں کی کفالت اور سرپرستی کریں۔
۹۔ مجاہدین کی ثابت قدمی کے لیے دعا کریں۔

(۲۱) عمل کے لیے محرکات:

(۱) آخرت کا یقین۔
(۲) سوال منکر ونکیر (قبر میں)۔
(۳) میدان محشر کے پانچ سوالات۔

(۴) پل صراط پر سے گزرنا۔
(۵) اعمال کی سزا اور جزا کا یقین۔
(۶) اُخروی اور اَبدی زندگی کا یقین۔
(۷) دیدار الٰہی کا یقین۔

## مذکورہ محرکات سے آدمی میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں:

(۱) محنت اور عمل کا جذبہ۔
(۲) شوق اور محبت کا جذبہ۔
(۳) تکالیف اور برداشت کا جذبہ۔
(۴) وقت لگانے کا جذبہ۔
(۵) جان و مال لگانے کا جذبہ۔
(۶) مقصد حیات میں زندگی لگانے کا جذبہ۔

## اس کے ساتھ ساتھ سلوی جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں:

(۱) لوازمات حیات میں دلچسپی نہ لینا۔
(۲) تعیّشات حیات سے دوری۔
(۳) معیار زندگی کو فتنہ سمجھنا۔
(۴) سادہ زندگی کی طرف آنا۔

## دین میں استقامت کب آتی ہے؟:

(۱) خواہشات نفس کے خلاف جانا۔
(۲) مفاد طلبی کے خلاف جانا۔

(۳) مصلحتوں کے خلاف جانا۔

(۴) ذاتی انا کے خلاف جانا۔

(۵) خودغرضانہ کردار کے خلاف جانا۔

(۶) نامطلوب خواہشات کے خلاف جانا۔

(۷) تواضع کی زندگی اپنانا۔

(۸) مقبولیت کو دفن کرنا۔

گویا مومنانہ زندگی گزارنے والا مجاہد کبھی خود اپنے مقابل ہو جاتا ہے، اور کبھی خارجی ماحول کے مطابق یعنی:

وقت کے نظریات کے خلاف، رسومات و روایات کے خلاف، وقت کے معاشرے کے خلاف، وقت کے اقتدا کے خلاف، وقت کی تہذیب کے خلاف، دنیاوی عزت کے خلاف، دنیاوی شہرت کے خلاف، دنیاوی خوف کے خلاف، بداخلاقی کے مظاہروں کی خلاف۔

(۲۲) اللہ نے جو کچھ دنیا میں رکھا ہے سب وقتی ہے اور عارضی ہے۔

بھوک وقتی، پیاس وقتی، آرام وقتی، راحت وقتی، عزت وقتی، ذلت وقتی،

لیکن جب انسان آخرت رخی زندگی گزارتا ہے تو وقت اور وقتی عزت کے ساتھ ابدی عزت ملتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دنیا بجائے دنیا کے، بجائے دنیا برائے آخرت ہو جائے اور جینا برائے جینے کے بجائے جینا برائے آخرت ہو جائے۔

لوگوں کا جینا کھانے کی خاطر ہو گیا، مال و دولت کمانے کی خاطر ہو گیا، آرام و آسائش کی خاطر ہو گیا، معیار زندگی اور اسباب زندگی مسلمانوں کا مقصد زندگی ہو گیا، تعمیر تن،

تزئین جسم، تزئین صورت، آرائش تن کا مسلمان دلدادہ ہو گیا، خواہش نفسانی کی من مانی، اتباع ساختہ پرداختہ مزاج، حواس باختہ، فکر آوارہ، دل تاریک، نگاہ عیار اِن سب کے علاوہ مغرب زدہ ہو گیا۔

(۲۳) حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ نوع انسانی کی ابتدا کا زمانہ تھا۔ یہ گویا نوع انسانی کا بچپن تھا۔ اس کی مناسبت سے ہدایت الٰہی کا طریقہ بھی ہلکا پھلکا تھا، اور جب نوع انسانی کا ارتقا ہوا تو ہدایت کا بھی ارتقا ہوا، ارتقاء انسانی کے ساتھ ساتھ ارتقاء ذہنی اور ارتقاء علمی بھی ہوا۔ نتیجتاً انسانی شعور بھی کامل ہوا، تو اس وقت کامل ہدایت دی گئی اور اس کامل ہدایت کو آخری ہدایت کر دیا گیا۔ صحت اور دولت نعمت ہیں، جبکہ ہدایت موجود ہو، ورنہ دونوں زحمت ہیں۔

(۲۴) احکام شرعی کی خلاف ورزی کا نام ''گناہ'' ہے۔ یعنی جس کام کے کرنے کا حکم ہے اس کو نہ کرنا اور جس کی ممانعت ہے اس کو کرنا گناہ ہے۔ گناہ کو گناہ جان کر کرنا گناہ ہے اور گناہ کو جائز جاننا کفر ہے۔ شرک کے سوا جو گناہ ہوا ہو اس سے ایمان نہیں جاتا، لیکن ایمان ضعیف اور بے رونق ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی کے دو مرحلے ہیں:

(۱) دنیاوی زندگی

(۲) اخروی زندگی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں تھوڑی سی مدت کے لیے روانہ کیا ہے، اور محنت کی دولت یہاں دے کر روانہ کیا ہے، محنت اپنے اوپر کرنا ہے اور اپنے کو قیمتی بنانا ہے اور جب ایسا ہو جائے گا تو اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی، کامیابی کے دروازے کھلیں گے، پھر مرنے کے بعد محنت کے اعتبار سے معاوضہ ملے گا۔

انسان اپنی ذات پر محنت نہیں کرتا بلکہ دنیا پر محنت کرتا ہے۔ تو دنیا کی شکلیں بنتی ہیں۔ گھر کے اعتبار سے، جائیداد کے اعتبار سے، محل کے اعتبار سے، سواری کے اعتبار سے، کھانے پینے کی شکلوں، اور آرائش اور زیبائش کے اعتبار سے، دنیاوی شہرت کے اعتبار سے، دنیاوی اقتدار کے اعتبار سے، میعارزندگی کو اونچا کرنے کی محنت کے اعتبار سے، یہ سب کچھ انسان محنت، اپنی ذات کے باہر کرنے کی وجہ سے ہے۔ اس کے برخلاف انسان اگر اپنے اندر کے یقین کو ٹھیک کرنے کی محنت کرتا ہے تو بے یقینی، یقین سے بدلتی ہے، غفلت اور سستی کے بجائے فکرآخرت اور ذکرالٰہی کے نقشے بنتے ہیں، کم ظرفی، اعلیٰ ظرفی سے، عداوت، محبت سے، حرص وہوس، قناعت سے، دنیا رُخی زندگی، آخرت رُخی زندگی سے، خودمستی، خدامستی سے، دنیا بیداری، آخرت بیداری سے۔ اس طرح جینا برائے جینا کے بجائے، جینا برائے آخرت ہوجاتا ہے۔

عجلت، صبر سے، خودغرضی، ہمدردی سے، فخر اور غرور، عجز اور انکساری سے بدل جاتی ہیں۔

انسان باہر کی محنت کیا تو گھر، جائیداد، عمارت، دکان، زراعت، صنعت اور کارخانوں کی شکلیں بنتی ہیں۔ لیکن یہ سب شکلیں ساتھ آنے والی نہیں ہیں۔ صد فیصد چھوڑ کے جانا ہے۔ آنکھ کی عینک، جیب کا قلم، ہاتھ کی گھڑی، سر کی ٹوپی، انگلی کا چھلا، پیر کے جوتے، یہاں تک کہ بغیر سلے کپڑوں کے کفن کی چادر کے سوائے کچھ نہیں۔ پھر مال ترکے کی صورت میں وارثوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ محنت کر کے کمانے والا میدان حشر میں اِن سب کا حساب دینے والا ہوگیا اور وارث مزے اڑانے والے ہوگئے۔

انسان کو محنت کی نعمت اِس لیے دی گئی ہے کہ وہ طریقہ رسول ﷺ اور طریقہ

صحابہ پر خود کو محنت پر ڈالتا، لیکن خود رخی زندگی گزار کر حساب میں پھنس گیا۔

زندگی کے لیے تو بہت کچھ کیا
آپ اپنے لیے کیا کیا آدمی

آپ اپنی تباہی کا سامان کیا
اور قسمت پر روتا رہا آدمی

(۲۵) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بینا ہیں اور ہم نابینا ہیں، آپ دانا ہیں اور ہم نادان ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم وحی ہے اور ہم جاہل۔ ایسی صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ نابینا، بینا کی آواز کے پیچھے ہو جائے، ورنہ اِس کے اندھے پن کا نقصان اِسی کو ہوگا۔ ضروری ہے کہ اُمت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے پیچھے ہو جائے۔

## آواز کیا ہے؟

خدا ہی کو ''اکبر'' نہ صرف ماننے بلکہ جاننے۔ کیونکہ عمل کے لیے محرک بات اللہ کو جاننا، معرفت ہے۔ (سورہ محمد ۱۹) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ (پس جان لو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے)۔ اِس کے برخلاف دنیا کی اکبریت سے دل بھرا ہوا ہے۔ عمارت بڑی، باغ بڑا، جائیداد بڑی، ملازمت بڑی، یہ سب اکبر اس لیے ہیں کہ نظر میں آتے ہیں، اور اللہ نظر نہیں آتا۔ اس لیے اللہ صرف کہنے کی حد تک اکبر ہو گیا۔ لیکن عملاً دنیا اکبر ہو گئی۔ اللہ کی اکبریت کے لیے پانچ باتوں کی محنت کرنا ہے۔

(۱) کلمہ والے یقین کی محنت یعنی اس کے معنی مطلب اور اس کے تقاضوں کو جانیں۔

(۲) فضائل والا شوق پیدا کرنے کی محنت۔

(۳) مسائل والی زندگی گزارنے کی محنت۔

(۴) اخلاق والی نیت بنانے کی محنت۔

(۵) اللہ والا دھیان بنانے کی محنت۔

جب عظمت الٰہی اُترے گی تو دنیا کی محنت ختم ہوگی۔ مغربِ زندگی ترک ہوگی آخرت رخی زندگی آئے گی۔

(۲۶) قرآن اور احادیث پر مبنی علم صحیح ہو تو عقائد بھی صحیح ہوں گے۔ جب علم صحیح عام ہوگا تو عقائد میں وحدت آئے گی۔ پھر اس سے اعمال میں یکتائیت، یگانگت آجائے گی۔ آج مسلمان کئی جماعتوں اور گروہ بندیوں میں بٹے ہوئے ہیں یہ سب قرآن کے مرکز وحدت سے گریز کر کے من مانی فلاحی پروگرام بنا لینے کا نتیجہ ہے۔ اِن سب کو متفق کرنے کا واحد طریقہ ایک ہے یعنی ساری جماعتیں قرآنی نظامِ حیات پر متفق ہو جائیں تو ہزاروں گروہی اور نسلی اور وطنی اختلافات ایک لحظہ میں ختم ہو سکتے ہیں۔ یہ ایسے اختلافات ہیں جو انسانیت کی راہ میں حائل ہیں۔

## امت میں تفرقہ ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث کا مفہوم یوں آتا ہے کہ: ''قیامت میں ایک آدمی لایا جائے گا جس نے دنیا میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہوگا مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ اس نے کسی بات سے اُمت میں تفرقہ ڈالا تھا چاہے بدعت کے اعتبار سے ہو یا رسومات وروایات اور نئے نئے عقائد کے اعتبار سے ہو اور اس کا یہ جرم اللہ کی نظر میں اس قدر بڑا ہوگا کہ پہلے وہ اس جرم کی سزا بھگتے گا پھر اس کے مقابل ایک اور شخص لایا جائے گا۔ جو نماز، روزہ، حج اور زکوۃ اور اعمال خیر کے اعتبار سے کم ہوگا۔ مگر وہ خدا کے عذاب سے ڈرتا ہوا زندگی گزارا ہوگا۔

لیکن ایسے ادمی کو جب ثواب دیا جائے گا تو وہ خود سوال کرے گا کہ میرے اعمال تو اس قابل نہیں تھے، پھر کس عمل کی جزا ہے؟ اس کو بتلایا جائے گا کہ تو نے فلاں موقع پر ایک ایسی بات کہی تھی یا ایک ایسا عمل کیا تھا جس سے اُمت کے اندر ہونے والا فساد رک گیا تھا اور اُمت ٹوٹنے کے بجائے جڑ گئی تھی یہ تیرے اس عمل کی جزا ہے۔

اُمت کے مفاد کے لیے کوشش کرنے والا فاسق بھی ۶۰ ربرس کے عابد سے زیادہ ثواب حاصل کرے گا۔

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر یہ بتا کے قافلہ کیوں لٹا

## تمہید

آج دنیا کی آبادی تقریباً چار ارب ہے جس میں سے ایک عرب ۷۰ رکروڑ مسلمان ہیں۔ ہندوستان کی آبادی ۱۰۱ کروڑ ہے جس میں سے ۱۶ کروڑ مسلمان ہیں۔ مسلمانوں سے ہٹ کر سارے لوگوں کے لیے اسلام ایک بند لفافہ ہے۔

اللہ کے رسول اور صحابہ کرام اجمعین کی جان فشانیوں اور مجاہدات کا نتیجہ ہے کہ آج ۱۵۰۰ ارسال بعد بھی جبکہ پوری دنیا میں ۱۷۷ ممالک ہیں ان میں سے تقریبا ۶۰ ممالک اسلامی ہیں ( گو حکومت اسلامی نہیں ہے )۔

بالفاظ دیگر ساری دنیا کا تقریبا ۲۵ رفیصد حصہ وہ ہے جہاں مسلمانوں کا اقتدار ہے اور مسلمان دنیا کی آبادی کا تقریبا ۲۵ رفیصد حصہ ہیں۔ دنیا کے قدرتی ذرائع کا تقریباً اہم حصہ مسلمانوں کے قبضے میں ہے، مگر مسلمان دنیاوی تعلیم، دینی تعلیم، فنی تعلیم، اور صنعتی ترقی، اور باہمی اتحاد میں ساری دنیا میں پیچھے ہیں۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے

جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان اور جہاں آرا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۱۳ھ (۶۳۴ء) سے ۲۳ھ (۶۴۴ء) یعنی ۱۰ر دس سال کے اندر روم اور ایران کی شہنشاہیت کا تختہ الٹ کر، صلیب کی پرستش، سورج کی پرستش، آگ کی پرستش کرنے والوں کو ایک خدا کو ماننے والا بنا دیا۔ اور یہ اس وقت ہوا جب کہ رسول خدا اپنے عہد رسالت میں اور صحابہ خلافت راشدہ میں اپنی جان، اپنا مال، دعوت الی الایمان میں لگا دیے۔ وطن چھوڑے، بھوک پیاس میں زندگی گزارے، ہزاروں میل وطن سے دور چلے گئے، ان کے بچے یتیم ہو گئے، ان کی ازواج بیوہ ہو گئیں، وہ دنیا کو دین پر قربان کر دیے۔ آج بھی ''اردن'' کے اطراف واکناف میں صحابہ کرام کی ۱۰ر ہزار قبریں ہیں۔

## راہ حیات کے قافلے کے ساتھیوں:

عصر حاضر سائنس کی ترقی کی وجہ سے دلائل سے دماغوں کو اور اپیل سے دلوں کو متاثر کرنے کا ہے، تاکہ بند لفافے کا مضمون واضح طور پر سب کے سامنے آ جائے۔ چنانچہ دعوت کے میدان میں داعیوں کی کمی ہے۔ دعوت الیٰ اللہ کو Mass movement کی سطح پر کرنا ہے اس کے لیے تعلیمی اور تربیتی پروگرام کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے اہل قلم کا لشکر، شعلہ بیانوں کا قافلہ، اور علمائے قانون کی جماعت تیار ہو سکے۔ پھر سیاسی مفکرین تیار ہوں، ان سب کے تحت اراکین، رضا کار اور محققین مجاہدانہ صفات کا کارواں تیار ہو، اصل چیز تو صحابہ والا معیار ہے۔ عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد۔

وہ کوہ طور تھا موسیٰ کا حصہ

الٰہی میں تجھے دیکھوں کہاں سے

معلومات کائنات سے خالق کائنات کا اِدراک ہوتا ہے اور یہ جس قدر اونچی

کیفیت ہوگی اُسی موزونیت سے ایمان کی تکمیل کی جائے گی، مذہب، معرفت الٰہی کا نام ہے۔ مظاہر فطرت یعنی (کائنات) معرفت الٰہی میں مددگار ہے۔ علم سائنس، دینی حقیقتوں کو علمی جہت سے مشاہداتی سطح پر لاتی ہے۔ اس طرح وہ دور ختم ہوگیا جس میں مظاہر فطرت کو بوجہ جہالت، لاعلمی، تقدس حاصل تھا اور فطرت کی طاقتوں کو خدا مانا جاتا تھا۔

کائنات، قرآن کی عملی تصدیق ہے کہ قرآن جس حقیقت کو لفظوں کی شکل دیتا ہے الفاظ میں بیان کرتا ہے، اُسی کو کائنات عملی طور پر ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح پوشیدہ عظمت الٰہی کائنات میں موجود ہیں۔ مظاہر کائنات، جمال ذات پر گواہ ہیں، کہ کائنات میں ایک نظم ہے۔ اس لیے یہ بات لازمی ہے کہ اس کا ایک ناظم ہو، کائنات ایک تصویر ہے تو مصور کا وجود ضروری ہے، کائنات ایک صنعت ہے صانع اس کے پس منظر میں ہے، کائنات ایک مخلوق ہے اس کا خالق ہونا ضروری ہے، اس لیے اللہ ہی اس کائنات کا خالق ہے۔ جو ساری صفات سے متصف ہے۔ اس لیے خدا کو نہ دیکھنا انکار کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ:

خوشبو ہو پھول نہ ہو، دھوپ ہو سورج نہ ہو، چاندنی ہو اور چاند نہ ہو۔

نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں قدرت جمال زیبائی

Nature and science speak about God.

## جہاد کی تشریح:

اسلام کو جس چیز سے دلچسپی ہے وہ انسانیت کی فلاح ہے۔ اور اس فلاح کے لیے وہ ایک خاص نظریہ اور عملی مسلک رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نظریہ اور مسلک کے خلاف دنیا میں

جہاں بھی، جس کی حکومت ہو اسلام اس کو ختم کرنا چاہتا ہے۔خواہ کوئی قوم یا کوئی ملک ہو۔اسلام کا مدعا یہ ہے کہ وہ اپنے نظریے، مسلک اور مقصد کی حکومت قائم کرے۔اس کی خاطر انسانوں پر سے انسانوں کی حکومت کو مٹا کر، انسانوں پر خدائے واحد کی حکومت قائم کرتا ہے۔تا کہ انسانیت کے پروگرام کے تحت تمام نوع انسانی متمتع ہو سکے۔ اِس غرض اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ تمام قوتوں سے کام لیتا ہے جو انقلاب برپا کرنے کے لیے کارگر ہو سکتی ہیں ان سب طاقتوں کو استعمال کرنے کا نام جہاد ہے۔

مسلمان کے تین کام:

(۱) **اطاعت دین**: (یعنی جہاد بالنفس جس کو جہاد اکبر کہتے ہیں اور یہ ذاتی سطح پر ہے)
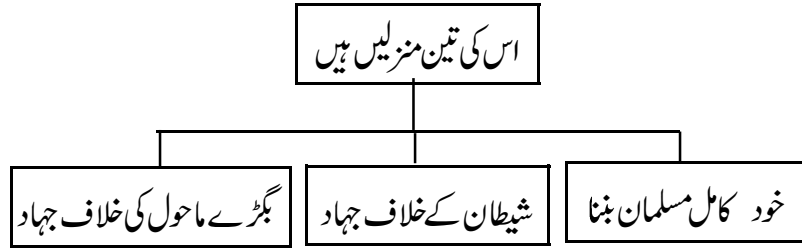
(۲) **اشاعت دین**: (یعنی دعوتی سطح پر یعنی اجتماعی سطح پر کی جانے والی محنت ہو یعنی قرآنی نظریات کی مدد سے دیگر مذاہب کے نظریات کو غلط ثابت کرنا۔

توحید کی طاقت میں رخنہ ڈالنا سب سے بڑا فساد ہے۔ جو شرک سے ہوتا ہے۔ بے قصوروں پر، بے سبب ہونے والے مظالم کی جوابی کاروائی کا نام جہاد ہے۔اسلام کی بقا

اور قیام اور توسیع جہاد ہی سے ممکن ہے۔
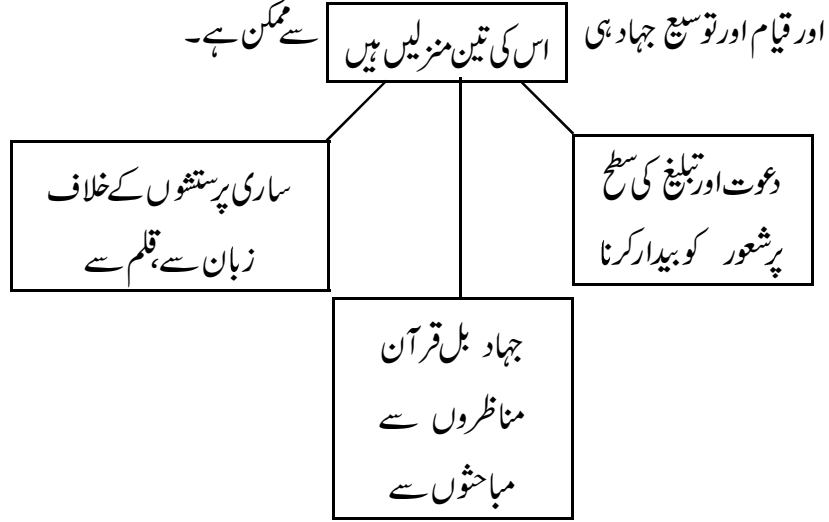
(۳) اقامت دین

یعنی حکومتی سطح پر اصلاحی محنت کرنا۔ یعنی عدم تعاون کے ذریعے، جان و مال لگا کر

**جہاد کے طریقے:**

زبان سے، قلم کے زور سے، لوگوں کے نظریات کو بدلنا ہے۔ اور ان کے اندر ذہنی انقلاب پیدا کرنا جہاد ہے۔ ہتھیار کے استعمال سے پرانے نظام زندگی کو بدلنا اور نیا عادلانہ نظام مرتب کرنا جہاد ہے۔ اس راہ میں وقت لگانا، مال خرچ کرنا اور جسم سے دوڑ۔ دھوپ کرنا، جہاد ہے۔ بندگان خدا کی زندگیوں میں جو خرابیاں پھیلتی ہیں ان سب کی جڑ دراصل باطل حکومت اور اس کا فاسد نظام اور اس کا اقتدار ہے۔ خلق خدا کی اصلاح کے لیے حکومت کے بگاڑ اور فاسد نظام کو درست کرنا ضروری ہے۔

اسلام کے بارے میں جہاد یہ ہے کہ باطل نظریات کا قرآنی نظریات سے تصادم

ہو، جہاد اصغر جو کفار کے مقابل ہوتا ہے وہ فرض کفایہ ہے اور جہاد اکبر جو نفس کی اصلاح کی خاطر ہوتا ہے وہ فرض ہے۔ اس طرح جہاد مزاحمتوں کے مقابل ہوگا اور ان پر غالب آنے پر جہاد مکمل ہوگا۔ نصرت دین، امن و سلامتی کی پائیداری، ظلم و زیادتی سے نجات، عدل و انصاف کا قیام، درستگی عقیدہ، اور اس کے وجوب کے لیے خدا کی راہ میں جہاد مشروع ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین واہل وعیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔

ترتیب اور نتیجہ فکر
الحاج قاری محمد ارشاد علی
مولوی عالم (نظامیہ)، بی۔کام۔ (عثمانیہ)
ڈی۔یف۔ی۔ناگپور کالج
مولف کتاب "اصلاحی تحفہ" خادم تدریس القرآن

باہتمام
صاحبزادہ محمد طاہر علی